خواجہ نظام الدین اولیاء کے ملفوظات فوائد الفواد کا تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر محمد سرفراز خالد☆

فوائد الفواد کو اولیائے کاملین کے ملفوظات میں نمایاں مقام حاصل ہے ۔ یہ ملفوظات برصغیر کے نامور بزرگ سلطان المشائخ محمد بن احمد بن علی البخاری المعروف خواجہ نظام الدین اولیاء (۶۳۶ھ ۔ ۷۲۵ھ/ ۱۲۳۸ء۔ ۱۳۲۵ء) کے آخری عمر کے پندرہ برسوں میں سے صرف ۱۸۸ مجالس پر محیط ہیں جنہیں ان کے مریدِ خاص امیر حسن علاء سنجری نے مرتب کیا ہے۔

''حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی ۹ اکتوبر ۱۲۳۸ء میں بعہد رضیہ سلطانہ فرمار وائے ہندوستان پیدا ہوئے ...... آپ کا اسم گرامی محمد تھا۔ والد کا سایۂ شفقت پانچ سال کی عمر میں اٹھ گیا۔ ابتدائی تعلیم آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کی زیرنگرانی حاصل کی ۔ مولانا علاؤالدین اصولی سے قدوری ختم کی۔ بعد ازاں سولہ سال کی عمر میں آپ کی والدہ آپ کو ساتھ لے کر دہلی آ گئیں ۔ یہاں مولانا شمس الدین دامعانی سے مقامات حریری اور مولانا کمال الدین زاہد سے مشاق الانوار پڑھی ۔ دہلی میں آپ کا قیام حضرت بابا فرید کے چھوٹے بھائی نجیب اللہ متوکل کے مکان کے نزدیک تھا جن کی صحبت میں رہنے سے آپ کو حضرت بابا صاحب سے بیعت کرنے کا شوق پیدا ہوا''(۱)

وقت گزرنے کے ساتھ اس شوق ومحبت کی شدت میں اضافہ ہوتا رہا۔ بالاخر وہ لمحہ آن پہنچا جس کا کئی برسوں سے انتظار تھا۔

''ایک رات دہلی کی مسجد میں تھے کہ صبح کے وقت مؤذن نے مینار سے یہ آیت پڑھی اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ (۲) (کیا اہل ایمان کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد کے لیے جھک جائیں) اس آیت کا سننا تھا کہ آپ کی حالت دگرگوں ہوگئی، چنانچہ آپ نے اپنی روحانی زندگی کی اصلاح کے جدوجہد کی (۳)۔

☆اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

''رات کا پچھلا پہراور یہ معنی خیز اشارہ غیبی دل پر سرور کی ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی، آتش شوق بھڑک اٹھی، رخت سفر باندھا اور اجودھن (پاک پتن) کا رخ کیا۔ منزلیں مارتے ہوئے آخر منزل شوق پر جا پہنچے اور سیدھے بابا فرید کی خانقاہ پر حاضر ہوئے''(۴)

شیخ نظام الدین اولیاء نے اپنے مرشد کامل کی بارگاہ عالیہ میں قیام کے دوران ان سے تصوف کی بنیادی کتب پڑھنے کے ساتھ ساتھ روحانیت کی منازل بھی طے کیں اور ذہنی اور قلبی طمانیت حاصل کی۔

خواجہ نظام الدین اولیاء اپنے شیخ فرید الدینؒ گنج شکر کے روحانی فیض سے کندن بن کر نکلے۔ روحانیت کے اس فیض عام کو عوام الناس تک پہنچانے کے لیے شیخ کامل کے ارشاد کی تعمیل میں دہلی کی طرف واپسی اختیار کی جہاں پہنچ کر آپ نے روحانیت کی ایسی شمع روشن کی کہ لوگ جوق در جوق اس کی طرف کھنچے چلے آئے۔

''آپؒ نے اپنے پیرومرشد کے حکم سے دہلی کے قریب غیاث پور نامی بستی میں اب جو آپ ہی کے نام (بستی نظام الدین) سے مشہور ہے قیام کیا اس مقام پر بیٹھ کر آپ نے لوگوں کی اخلاقی اور روحانی اصلاح کی۔ معاشرے کے بیمار افراد کو صحت مند اور شریف النفس انسان بنایا اور اپنی عملی زندگی سے لوگوں کے دلوں پر دنیاوی بے ثباتی اور عیش وعشرت کی بے مائیگی کا نقش ثبت کیا''۔(٦)

''خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی وہ باکمال بوریا نشیں جن کی بات بات میں علم وعرفان کی حلاوت تھی جن کی ہر حرکت میں تعبد کی شان جلوہ گر تھی، جن کے ہر عمل میں عزیمت اور حسن کاری کا بانکپن تھا(۷)

برصغیر پاک وہند میں اسلام کی شمع فروزاں کرنے میں جن بزرگان دین اور صوفیاء کرام نے بھرپور کردار ادا کیا ان میں چشتی بزرگوں خواجہ نظام الدین اولیاء کے دادا پیر خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کا نام سرفہرست ہے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ان کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہندوستان میں مسلمانوں کے دور کا آغاز صوفیائے کرام ہی کی ذات سے ہوا، خاص طور پر خواجہ معین الدین اجمیری کے مخلص اور پرزور ہاتھوں سے یہاں چشتی سلسلہ کی مضبوط بنیاد پڑی۔ اس کے بعد خواص وعوام، شاہ ورعیت سبھی نے ان بے غرض اور پاک نفس درویشوں اور مردان خدا سے اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کیا۔ اور اس برعظیم کے ایک گوشہ سے لے کر دوسرے گوشہ تک خانقاہوں اور روحانی مرکزوں کا ایک جال بچھ گیا، مرکزی شہروں کو چھوڑ کر مشکل ہی سے کوئی قابل ذکر قصبہ اور مقام اس سے محروم رہا''(۸)۔

چشتی سلسلہ کے ان بزرگوں نے عوام کو جس طرح اپنی طرف متوجہ کیا اور ان کی تربیت واصلاح کا عظیم فریضہ سرانجام دیا اس کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ برصغیر کے غیر مسلموں کی کثیر تعداد حلقہ بگوش اسلام ہوئی اور معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ بن گیا۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی رقمطراز ہیں:

''یہ مشائخ ان لوگوں سے جو ان کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے، تمام گناہوں سے توبہ لیتے تھے، خدا کی اطاعت اور رسول کی تابعداری کا عہد لیتے تھے، بے حیائی، بداخلاقی، ظلم وزیادتی، حقوق العباد کی پامالی سے بچنے کی تاکید فرماتے۔ اچھے اخلاق اختیار کرنے اور اخلاق رذیلہ (حسد، کینہ، تکبر، حب مال، حب جاہ) کے ازالہ اور اصلاح کی طرف توجہ دلاتے تھے۔ خدا کی یاد اور اس کی مخلوق کے ساتھ خیر خواہی اور خدمت اور لوگوں کو نفع پہنچانے اور ایثار وقناعت کی تعلیم دیتے تھے۔ اس بیعت کے علاوہ جو عام طور پر خصوصی اور گہرے تعلق کا ذریعہ ہوتی ہے۔ وہ تمام آنے جانے والوں کو وعظ ونصیحت کرتے تھے''۔ (۱۰)

فوائد الفواد کی اہمیت:

فوائد الفواد خواجہ نظام الدین اولیاء کے ایسے ہی مواعظ حسنہ پر مشتمل ہے جنہیں ان کے مرید خاص امیر حسن سجزی نے پندرہ سالوں (۳ شعبان ۷۰۷ھ تا ۲۰ شعبان ۷۲۲ھ) میں مرتب کیا ہے۔ امیر حسن شیخ کی محفل میں حاضر ہوتے تو شیخ اپنے مریدوں کی اصلاح کے لیے جو فرماتے امیر موصوف اسے قلم بند کرتے جاتے۔

''ان محفلوں میں آپؒ نے جو کچھ تصوف، تزکیہ نفس اور بزرگان دین کے بارے میں فرمایا اسے امیر موصوف نے قلم بند کیا۔ ان ملفوظات کو قلم بند کرنے کے بعد جب شیخ کے سامنے پیش کیا تو شیخ نے پسند فرمایا اور بار بار فرمایا کہ تم نے خوب لکھا''۔ (۱۱)

مؤلف امیر حسن علاء سجزیؒ نے ان ملفوظات کو پانچ جلدوں میں مرتب کیا، پہلی جلد میں ۳۴ مجالس، دوسری جلد میں ۳۸ مجالس، تیسری جلد میں ۱۷ مجالس، چوتھی جلد میں ۶۷ مجالس جبکہ پانچویں جلد میں ۳۲ مجالس کے احوال کا تذکرہ ہے۔ اس طرح فوائد الفواد کل ۱۸۸ مجالس پر محیط ہے۔ ہر مجلس کی ابتداء میں اسلامی تاریخ کا دن، مہینہ اور سال درج ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ ہفتہ کا کون سا دن ہے، کتاب فارسی زبان میں ہے عوام الناس کی سہولت اور راہنمائی کے لیے اردو زبان میں اس کے کئی تراجم کیے گئے ہیں۔ پروفیسر محمد سرور کے ترجمہ کو محکمہ اوقاف پنجاب نے شائع کیا ہے۔ ہمارے پیش نظر یہی ترجمہ ہے۔ فوائد الفواد کی تالیف اور اس کی وجہ تسمیہ کے بارے میں مؤلف ان

الفاظ میں وضاحت فرماتے ہیں:

''ارشاد وتلقین کے خزانے اور ان کے ایقان ویقین کے نہاں خانہ سے جمع کیے ہیں، جو کچھ اس شمع، جمع ملکوت سے کانوں میں پہنچا۔ خواہ وہ آپ کے اپنے الفاظ مبارک ہوں خواہ میں نے اپنے محدود فہم کے مطابق ان کے معنی اخذ کیے ہوں، وہ لکھے ہیں۔ اس مجموعہ سے چونکہ دردمندوں کے دل فائدے اٹھائیں گے اس لیے اس کا نام فوائد الفواد رکھا گیا''(۱۲)

خواجہ نظام الدین اولیاء کے ملفوظات کا ایک مجموعہ'' افضل الفوائد'' کے نام سے ان کے مرید خاص امیر خسروؒ کے نام سے منسوب ہے سیر اولیاء کے مؤلف سید محمد مبارک نے خواجگان چشت کے ملفوظات میں خواجہ نظام الدین اولیاء کے ملفوظات بھی شامل کیے ہیں۔ برٹش میوزیم لائبریری میں خاص مخطوطات میں ایک کتاب'' راحت المحبین'' کے نام سے موجود ہے، جس پر مؤلف خواجہ کا نام درج نہیں ہے۔ اسی طرح'' خیر المجالس'' مؤلفہ حیدر قلندر میں بھی حضرت کے متعدد ملفوظات مذکور ہیں مگر جو قبولیت و پذیرائی فوائد الفواد کو حاصل ہوئی کسی اور کے حصے میں نہیں آئی۔ مؤلف نے اپنے شیخ کی نسبت سے جن ملفوظات کا بیان کیا ہے، ان سے پتہ چلتا ہے:

خواجہ نظام الدین اولیاء ایک روحانی معالج، ایک ہادی طریقت اور سالک حقیقت سے بلند مقام پر فائز تھے۔ ان کے احوال سے ان کی علمی وفکری گہرائی کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک ایک صوفی کے لیے عالم ہونا ضروری تھا۔ آپ نے جہاں معاملات میں عقل وتدبیر کی اہمیت پر زور دیا وہاں خلق خدا کے ساتھ شفقت ومروت اور محبت وایثار کا درس دیا۔ دنیا اور ترک دنیا کے سلسلے میں ان کی روش اعتدال پر مبنی تھی۔ ان کے ہاں شریعت کی پابندی اور اتباع سنت کا خصوصی اہتمام تھا۔ حصول فیض کی خاطر وہ صحبت شیخ کو لازم قرار دیتے تھے۔ ان کے نزدیک سالک کے لیے چھ چیزیں ضروری تھیں خلوت، دوام وضوء، صائم الدہر رہنا، سکوت دائم، شیخ کے ساتھ قلب کا ربطِ دائم اور حق تعالی کے سوا تمام خیالات اور خواہشات کو مٹا دینا''۔(۱۳)

فوائد الفواد میں مؤلف نے اپنے شیخ کے ملفوظات کو جمع کرنے کا جو طریقہ اختیار کیا ہے اس کے بارے میں سید صباح الدین عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں:

''ملفوظات کا خاکہ یا موضوعاتی دائرہ یہ ہے کہ حضرت شیخ کے کسی ارشاد کو مختصراً نقل کرتے ہیں پھر دوسرے ارشاد کو نقل کرنے سے قبل یہ فقرہ اکثر وبیشتر لاتے ہیں کہ'' اس موضوع پر سخن شیخ آیا'' اسی سے متعلق بالعموم کوئی نہ کوئی

حکایت ہوتی اور پھر دوسری حکایت اور تیسری حکایت وغیرہ۔ ان حکایات کا تعلق کسی موضوع خاص سے ہوتا ہے یا الگ الگ موضوعات ونکات تصوف سے‘‘ (۱۴)۔

مؤلف ہر مجلس کی روداد بیان کرتے وقت اپنے شیخ کی خدمت میں حاضری کو سعادت مندی تسلیم کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں ’’ مثلاً نماز کے بعد قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی‘‘ ’’قدم بوسی کی سعادت پائی‘‘ ’’دست بوسی کی دولت حاصل کی‘‘ ’’دست بوسی کا شرف حاصل ہوا‘‘ وغیرہ اسی طرح اپنے شیخ طریقت کا ذکر کرتے ہوئے القاب وآداب کوملحوظ خاطر رکھا ہے اور حضرت خواجہ کا ذکر کرنے کے بعد اکثر۔ ادام اللہ برکاتہ (اللہ تعالی آپ کی برکتوں کودوام بخشے) رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ (اللہ تعالی ان پر وسیع رحمت کرے)۔

ایسے الفاظ استعمال کر کے تکریم شیخ کا اچھی طرح خیال رکھا۔ فوائد الفواد کا تجزیاتی مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے، کہ کتب تصوف میں اسے نمایاں مقام حاصل ہے اور اسے گنجینۂ علم قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس میں قرآن مجید کی بے شمار آیات اور احادیث نبویہ کی وسیع تعداد کا ذکر کیا گیا ہے۔ عربی اشعار اور ضرب الامثال کا تذکرہ بھی کہیں کہیں مل جاتا ہے۔

احوال صحابہ ؓ خصوصاً خلفائے راشدینؓ کے اقوال واحوال متعدد مرتبہ بیان کیے گئے ہیں۔ ائمہ اربعہ اور ان کے تلامذہ کے علاوہ امام غزالیؒ، امام سفیان ثوریؒ، امام شبلیؒ اور جنید بغدادیؒ ایسے نامور اکابرین کے احوال اور ان کی کتب سے اقتباسات سے گفتگو کو مزین کیا گیا ہے۔ صحیحین اور کتب تفاسیر خصوصا تفسیر کشاف کے متن اور ان پر تبصرہ بھی کہیں کہیں نظر آتا ہے، پوری کتاب میں ایک مرتبہ بھی ذکر نہیں ملتا کہ خواجہ نظام اولیاء کے سامنے کوئی کتاب ہو جس میں سے کوئی بات بیان کی جارہی ہو، تمام گفتگو اپنے علم وحافظ کی بنیاد پر کرتے ہیں۔

کتاب تاریخی لحاظ سے جامع دستاویز کا درجہ رکھتی ہے اس میں ’’قوت القلوب‘‘ ’’عین القضاۃ‘‘ ’’مشرق الانوار‘‘ ’’کافی‘‘ ’’شافی‘‘ کے اہم مباحث اور احوال درج ہیں، کئی ایک والیان ریاست اور بادشاہوں جن میں سے سلطان شمس الدین ایلتمش اور غیاث الدین بلبن کے نام قابل ذکر ہیں کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ کتاب میں نیرنگی خیال اس قدر ہے کہ مضامین کا احاطہ مشکل نظر آتا ہے۔ دوران گفتگو بات سے بات نکلتی ہے اور موقع کی مناسبت سے احوال وواقعات بیان ہوتے رہتے ہیں، ایک ایک عنوان پر بیسیوں واقعات مختلف مقامات پر منفرد افراد سے منسوب ہوئے ہیں۔ سینکڑوں اولیا کاملین، صوفیا، اتقیا، معلمین، علما، ادبا، اور صاحبان کرامت بندگان خدا کا تذکرہ ملتا ہے،

جن کے ذریعے شریعت وطریقت کی بہترین تعلیم وتربیت کا حصول ممکن ہے۔ بہت سی نصیحت آموز باتیں خواجہ نظام الدین اولیا نے اپنے شیخ طریقت فرید الدینؒ گنج شکر کے حوالہ سے بیان کی ہیں، جو شیخ ومرید کے باہمی ربط اور احترام شیخ کی تعلیم کا ساماں مہیا کرتی ہیں۔

مولانا تقی الدین ندوی کیالفاظ میں:

''اہل اللہ کے ملفوظات میں جو زندگی اور بے ساختگی پائی جاتی ہے وہ عام تحریرات وتصنیفات میں نہیں ملتی۔ان میں مختلف ذوق اور مختلف المزاج لوگوں کے حالات کی رعایت ہوتی ہے۔ ہر شخص اپنے حسب حال اپنے درد کا درماں پاسکتا ہے۔(۱۵)

فوائد الفواد کے مضامین کا طائرانہ جائزہ لیا جائے تو ہمیں اس میں شریعت وطریقت اور تصوف کے جو بے شمار احوال واقوال ملتے ہیں انہیں کئی عنوانات پر تقسیم کیا جاسکتا ہے، ان میں سے چند عنوانات کی تفصیل درج ذیل ہیں۔

(۱) تلاوت قرآن:

''آپ نے فرمایا کہ قرآن پاک کی تلاوت کرنے اور اسے سننے میں جو سعادت حاصل ہوتی ہے اس کی تین قسمیں ہیں: انوار، احوال، آثار اور سعادت کی یہ تین قسمیں تین عالموں سے نازل ہوتی ہیں۔ یہ تین عالم ہیں: (۱) ملک (۲) ملکوت اور ان دونوں کے درمیان (۳) جبروت۔ان تین عالموں سے جو تین سعادتیں نازل ہوتی ہیں ان کے اترنے کے بھی تین مقام ہیں: ارواح، قلوب اور جوارح۔ اول انوار جو عالم ملکوت سے ارواح پر نازل ہوتے ہیں بعد ازاں احوال، عالم جبروت سے قلوب پر نازل ہوتے ہیں۔ پھر آثار، عالم ملک سے جوارح پر نازل ہوتے ہیں(۱۶).

''سورۂ فاتحہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا پورے قرآن مجید جو کچھ ہے وہ دس چیزیں ہیں۔ان دس چیزوں میں آٹھ چیزیں سورۂ فاتحہ میں موجود ہیں۔ دس چیزیں جو قرآن میں موجود ہیں وہ یہ ہیں ذات، صفات، افعال، ذکر معاد، تزکیہ، ذکر اولیا، ذکر اعدا، محاربہ کفار اور احکام شرع، بعد ازاں ارشاد فرمایا کہ ان دس چیزوں میں سے آٹھ چیزیں سورۃ فاتحہ میں شامل ہیں۔

الحمد لله : ذات، رب العالمین : افعال، الرحمن الرحیم : صفات، مالک یوم الدین : ذکر معاد،

ایاک نعبد ،تزکیہ، وایاک نستعین :تخلیہ، اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم : ذکراولیاء، غیر المغضوب علیھم ولا الضالین : ذکراعداء۔ پس دس چیزیں، جو پورے قرآن میں ہیں ان میں سے آٹھ سورۂ فاتحہ میں پائی ہیں ۔صرف محاربہ کفار اور احکام شرح اس میں نہیں‘‘ (۱۷)

(۲) زیارت الٰہی :

خواجہ نظام الدین اولیا مجاہدہ اور ریاضت کا ثمرہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

شاہ شجاع کرمائیؒ چالیس سال تک رات کو نہ سوئے ، چالیس سال کے بعد ایک رات انہوں نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ اس تاریخ کے بعد وہ جہاں بھی جاتے سونے کا کپڑا ساتھ لے جاتے اور اسے اپنے اوپر تان لیتے تا کہ اسی سعادت کو پھر خواب میں دیکھ سکیں مگر یہ نہ ہوا۔ آخر ایک دفعہ ایک آواز سنی کہ اس خواب کی دولت چالیس سال کی شب بیداریوں کا ثمرہ حاصل تھی ۔ (۱۸)

’’آپ نے فرمایا پرانے زمانے میں ایک ترک تھا، جیسے تکلش کہتے تھے۔ وہ باخدا شخص تھا، ایک دن اس نے شیخ نجیب الدین متوکل سے اس خواب کا ذکر کیا۔ ذکر کرنے سے پہلے اس نے ان سے سخت قسم لی اور کہا جو بات میں آپ سے کہوں گا جب تک زندہ رہوں آپ اس کا ذکر کسی سے نہیں کریں گے۔ شیخ نجیب الدین متوکلؒ نے اس کی یہ شرط قبول کرلی۔ بعد ازاں تکلش نے انہیں بتایا کہ میں نے آج رات حضرت رب العزت کو خواب میں دیکھا ،پھر اس نے ان احوال اور انوار کا ذکر کیا جو اس نے دیکھے۔ (۱۹)

(۳) توکل :

آپ نے شیخ نظام الدین ابوالمؤید کی بزرگی کے بارے میں یہ حکایت بیان کی :’’ایک دفعہ بارش نہ ہوئی ۔ لوگوں نے انہیں مجبور کیا کہ وہ بارش کے لیے دعا کریں ۔ وہ منبر پر آئے اور بارش کے لیے دعا کی ۔ بعد ازاں انہوں نے آسمان کی طرف منہ کیا اور کہا اے اللہ : اگر تو بارش نہیں برساتا تو اس کے بعد میں کبھی کسی آبادی میں نہیں رہوں گا۔ وہ یہ کہہ کر منبر سے اتر آئے۔ حق تعالیٰ نے اپنی رحمت سے بارش بھیج دی ۔ اس کے بعد سید قطب الدین ان سے ملے اور ان سے کہا۔ بے شک آپ کے بارے میں ہمارا اعتقاد راسخ ہے اور ہم جانتے ہیں کہ آپ کے حق تعالیٰ سے بڑے راز و نیاز ہیں، لیکن یہ الفاظ جو آپ نے کہے کہ اگر تو نے بارش نہ برسائی تو میں کبھی کسی آبادی میں نہیں رہوں گا۔ اگر اللہ تعالیٰ بارش نہ برساتا تو آپ کیا کرتے؟ ۔ شیخ نظام الدین ابوالمؤید نے کہا: میں جانتا تھا کہ اللہ

تعالیٰ بارش برسائے گا''(۲۰)۔

(۴) حدیث وسنتِ رسولؐ:

''آپ نے یہ حکایت بیان کی کہ ایک دفعہ درویشوں کی ایک جماعت شیخ بہاء الحق زکریاؒ کی خدمت میں بیٹھی ہوئی تھی کہ کھانا سامنے لایا گیا۔ شیخ بہاء الدین زکریاؒ نے سب کے ساتھ مل کر کھانا کھایا۔ ان میں ایک کو دیکھا کہ وہ روٹی کے ٹکڑے شوربے میں ڈال کر کھا رہا ہے۔ آپ نے کہا بہت خوب، درویشوں میں یہ درویش کھانا کھانا جانتا ہے۔ بعد ازاں حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ: تمام دوسرے کھانوں پر ثرید (شوربے میں روٹی کے ٹکڑے ڈالنا) کو ایسی ہی فضیلت حاصل ہے جیسے مجھے دوسرے تمام پیغمبروں اور عائشہ رضی اللہ عنہا کو دوسری تمام عورتوں پر فضیلت حاصل ہے، واللہ اعلم''۔(۲۱)

(۵) قلب ونفس:

''آپ نے فرمایا آدمی میں ایک قلب ہوتا ہے اور ایک نفس۔ جب بھی کبھی کوئی آدمی از رہ نفس پیش آئے تو اس سے از رہ قلب پیش آنا چاہیے یعنی نفس میں لڑائی جھگڑا، شور وغوغا اور فتنہ وفساد ہوتا ہے اور قلب میں سکون، رضا، خوشنودی اور نرمی ولطافت۔ جب کوئی شخص از راہ نفس پیش آئے، مگر جواباً اس کے ساتھ از رہِ قلب پیش آئیں تو نفس مغلوب ہو جاتا ہے، لیکن اگر کوئی شخص دوسرے کے نفس کا مقابلہ نفس ہی سے کرتا ہے تو پھر لڑائی جھگڑے اور فتنے کی کوئی حد نہیں رہتی''۔(۲۲)

(۶) عاجزی وانکساری:

آپ نے خواجہ حسن بصریؒ کا ذکر کیا۔ اور فرمایا: وہ کہا کرتے تھے کہ میں جب بھی کسی شخص کو دیکھا، اسے ہمیشہ اپنے آپ سے بہتر تصور کیا۔ سوا ایک روز کہ جس کا بدلہ مجھے مل گیا۔ ہوا یوں کہ ایک روز میں نے ایک حبشی کو دیکھا وہ دریا کنارے بیٹھا ہے۔ اس نے پہلو میں ایک صراحی رکھی ہے اور وہ اس صراحی سے بار بار کوئی چیز انڈیل کر پیتا ہے۔ اس کے پاس ہی ایک عورت بیٹھی ہے، یہ دیکھ کر میرے دل میں خیال گذرا کہ میں اس شخص سے تو بہر حال بہتر ہوں۔ اسی وقت ایک کشتی دریا میں ڈوبنے لگی، اس میں سات آدمی سوار تھے یہ ساتوں کے ساتوں دریا میں ڈوبنے لگے۔ وہ حبشی فی الفور دریا میں کودا اور چھ آدمیوں کو باہر نکال لایا۔ اس کے بعد اس نے میری طرف رخ کیا

اور کہا: اے حسن ایک آدمی تم باہر نکالو۔ خواجہ حسن بصریؒ نے کہا کہ یہ دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ اس کے بعد حبشی نے مجھ سے کہا کہ اس صراحی میں پانی ہے۔ اور یہ عورت جو میرے پاس بیٹھی ہے، یہ میری والدہ ہے، میں تیرا امتحان لینے کے لیے یہاں بیٹھا تھا۔ بس اب جاؤ تم مرد ظاہر بین ہو"۔ (۲۳)

(۷) دنیا سے بے رغبتی:

آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی: ایک دفعہ حضرت عیسیٰ نے ایک عورت کو دیکھا جو بڑھیا، کھوسٹ، تباہ حال، سیاہ رنگ اور کریہہ منظر تھی۔ آپ نے اس سے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا میں دنیا ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ تم نے کتنے شوہر کیے ہیں؟ اس نے کہا بے حد وحساب، اگر ان کی تعداد معین ومحدود ہو تو کہوں۔ بعد ازاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا ان شوہروں میں کوئی ایسا بھی تھا جس نے تمہیں طلاق دی ہو۔ اس نے کہا نہیں، میں نے سب کو قتل کیا ہے، اس بات کی مناسبت سے آپ نے فرمایا کہ ایک درویش کی راحت کامل ہوتی ہے اور دینا کی آفات سے مامون رہتا ہے۔ درویش کے حال کی سختی کی انتہا یہ ہوتی ہے، کہ وہ رات کو فاقے سے ہو اور جس رات وہ فاقے سے ہوتا ہے وہ رات اس کے لیے معراج ہوتی ہے"۔ (۲۴)

"انہی دنوں کسی رئیس نے دو باغوں کے اسباب وآلات سمیت بہت سی زمین کی ملکیت کے کاغذات آپ کی خدمت میں بھجوائے تھے۔ اور آپ کے ساتھ اپنے اخلاص کا اظہار کیا تھا۔ حضرت خواجہ (اللہ آپ کا ذکر بھلائی سے کرے) نے قبول نہ کیا۔ حضرت اس باب میں فرمارہے تھے اور کہہ رہے تھے: میں باغ، کھیتی اور زمین والا چودھری بن جاؤں۔ آپ تبسم فرمارہے تھے اور کہہ رہے تھے میں یہ قبول کرلوں تو لوگ کیا کہیں گے یہی کہ شیخ باغ کو جارہا ہے۔ شیخ کھیتوں اور اراضیکے معائنہ کے لیے جارہا ہے۔ یہ میرا عجیب وغریب فعل ہوگا، اس کا کوئی محل؟ یہ کہتے ہوئے آپ آبدیدہ ہوگئے اور فرمانے لگے: ہمارے خواجگان اور ہمارے مشائخ میں سے کسی نے بھی اس طرح کا کام نہیں کیا"۔ (۲۵)

(۸) ذکر کے فوائد:

"درویش کی اصل زندگی یہ ہے کہ وہ ذکر حق میں مشغول رہے، اس ضمن میں آپ نے فرمایا: ایک بزرگ تھے جنہیں خواجہ میر گرامی کہتے تھے۔ ایک درویش کو یہ آرزو ہوئی کہ وہ ان کی زیارت کو جائے۔ اس درویش کی یہ کرامت تھی کہ جو بھی خواب میں دیکھتا وہ صحیح ہوتا اور راس خواب کی تعبیر من وعن ہوتی جو اس نے خواب میں دیکھا

ہوتا۔ الغرض جب اس درویش پر ان بزرگ کی زیارت کا شوق غالب آیا تو وہ اس کی طرف چل پڑا جدھر خواجہ میر گرامی رہتے تھے، راستے میں درویش نے ایک جگہ منزل کی اور وہاں سوگیا، سوتے میں اس نے سنا کہ خواجہ میر گرامی وفات پاگئے ہیں۔ جب صبح ہوئی تو وہ درویش کہنے لگا: افسوس! ان کی ملاقات کی آرزو میں اتنا راستہ طے کیا اور ان کا انتقال ہوگیا، اب کیا کیا جائے۔ خیر اس جگہ چلتا ہوں، جہاں وہ تھے اور ان کی قبر کی زیارت کرتا ہوں۔

جب وہ درویش اس جگہ پہنچا جہاں میر گرامی رہتے تھے تو اس نے لوگوں سے پوچھا ان کی قبر کہاں ہے؟ سب نے کہا وہ زندہ ہیں، ان کی قبر کا کیا پوچھتے ہو۔ یہ درویش حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ میرا خواب کیونکر جھوٹا ہوسکتا ہے۔ الغرض وہ خواجہ میر گرامی کی خدمت میں پہنچا اور انہیں سلام کیا۔ خواجہ میر گرامی نے سلام کا جواب دیا اور کہا اے خواجہ! تمہارا خواب معناً صحیح تھا میں برابر یاد خدا میں مشغول رہتا ہوں اس رات میں غیر خدا میں مشغول ہوگیا اس لیے دنیا جہاں میں یہ صدا دے دی گئی کہ خواجہ میر گرامی کا انتقال ہوگیا، واللہ اعلم"۔ (۲۶)

یہی وجہ ہے کہ سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ نے لحہ غفلت کو کفر کے مترادف قرار دیا ہے اور یہ سبق انہیں ان کے مرشد کامل نے پڑھایا ہے۔ اور سچے عاشق مستقل طور پر اپنے محبوب کا وصال حاصل کرلیتے ہیں۔

جو دم غافل سودم کافر، مرشد ایہہ فرمایا ہو
مرشد سوہنی کیتی باہو، پل وچ جا پہنچایا ہو(۲۷)

(۹) عشق و عقل:۔

"عشق و عقل پر گفتگو ہونے لگی، تو فرمایا عشق اور عقل کے درمیان تضاد ہے علماء اہل عقل ہیں اور درویش اہل عشق علماء کی عقل عشق پر غالب ہوتی ہے اور اس قوم یعنی درویشوں کا عشق عقل پر غالب ہوتا ہے۔ انبیاء میں عقل وعشق دونوں ہوتے ہیں۔ اس بات کی مناسبت سے آپ نے یہ حکایت بیان کی۔ ملتان میں ایک صاحب علی کھوکھری تھے وہ کسی ایسے شخص پر جس میں درد اور عشق نہ ہوتا اعتماد نہ رکھتے تھے، خواہ وہ زاہد اور عبادت گزار ہی ہوتا۔ وہ کہا کرتے کہ فلاں شخص کچھ بھی نہیں کیونکہ وہ عشق نہیں رکھتا"۔ (۲۸)

(۱۰) خواب میں زیارت رسولؐ:

"قاضی جمال ملتانی کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا کہ اس بزرگ نے ایک دفعہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں بدایوں کے نواحی علاقے میں دیکھا۔ گویا آپؐ ایک جگہ بیٹھے وضو کررہے ہیں۔ جب وہ جاگے، فوراً

اس جگہ گئے تو دیکھا کہ زمین گیلی ہے۔ قاضی جمال ملتانی نے کہا میری قبر اس جگہ کھودنا، چنانچہ جب انہوں نے وفات پائی تو لوگوں نے ایسا ہی کیا اور انہیں اسی جگہ دفن کیا''۔ (۲۹)

(۱۱) ذوق سماع:

''آپ نے فرمایا کہ مشائخ کبار نے سماع سنا ہے اور ان لوگوں نے بھی سماع سنا ہے جو اس کی اہلیت رکھتے ہیں۔ نیز اگر کوئی شخص صاحب ذوق ہے اور اس کے اندر درد کی کسک موجود ہے، تو وہ جب شعر پڑھنے والے سے ایک بیت سنتا ہے تو اس پر رقت طاری ہو جاتی ہے۔ خواہ ساز و مزامیر کے ساتھ ہو یا نہ ہو۔ البتہ جسے عالم ذوق کی کوئی خبر ہی نہیں خواہ اس کے سامنے کیسے بھی شعر پڑھنے اور کلام کرنے والے ہوں اور وہاں ہر قسم کے ساز بھی ہوں تو اس شخص پر، اگر وہ درد سے خالی ہے، کوئی اثر نہ ہوگا''۔ (۳۰)

''کرمان میں ایک قاضی تھا ایک روز اس نے ایک مجلس منعقد کی جس میں اس نے شہر کے معزز اور بڑے لوگوں کو بلایا۔ اس مجلس میں ایک خستہ حال اور کمزور سا درویش بھی پہنچ گیا، اگرچہ اسے بلایا نہیں گیا تھا، لیکن وہ یہ سن کر کہ قاضی کے مکان پر دعوت ہے، چلا آیا اور ایک گوشے میں آ کر بیٹھ گیا، جب سماع شروع ہوا تو اس درویش میں جنبش و حرکت پیدا ہوئی اور وہ اٹھا تا کہ رقص کرے، اس سے قاضی کو بڑی تکلیف ہوئی وہ چاہتا تھا کہ پہلے صاحب صدر یا کوئی اور بزرگ وجد میں آتا اور اٹھتا۔ اس درویش کے لیے کیسے مناسب ہے کہ سب سے پہلے اٹھے۔ چنانچہ قاضی نے درویش کو آواز دی اور کہا: اے درویش بیٹھ جاؤ۔ درویش کو اس سے کچھ شرمندگی سی ہوئی اور وہ فوراً بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد سماع زیادہ گرم ہوا، قاضی وجد میں آ کر اٹھا۔ جیسے ہی قاضی اٹھا درویش نے قاضی کو آواز دی اور کہا قاضی بیٹھ جاؤ۔ درویش نے یہ بات اس طرح کہی کہ قاضی کے دل پر نیز حاضرین کے دلوں پر ایک ہیبت سی طاری ہوگئی۔ چنانچہ قاضی اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ الغرض جب سماع ختم ہوگیا اور لوگ چلے گئے اور درویش بھی چلا گیا۔ تو اس نے بہت چاہا کہ اٹھ جائے مگر قاضی سات سال اسی طرح بیٹھا رہا۔ .... اور قاضی اسی حالت میں مر گیا''۔ (۳۱)

آقائے دو جہاں اور مدینۃ العلم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی لوگوں کی فراست کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔'' اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ''(۳۲)، مومن کی فراست سے بچو، بے شک وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے)۔

(۱۲) مردان غیب:

''آپ نے شیخ شہاب الدین سہروردی کا ذکر کیا۔ فرمایا: انہوں نے ایک کتاب میں لکھا ہے کہ ایک نوجوان تھا جسے قزوینی کہتے تھے اس کے گھر میں مردان غیب جمع تھے۔ چنانچہ نماز کے وقت لوگ قطاروں میں کھڑے ہو جاتے اور مردان غیب میں کوئی ایک نماز کی امامت کرتا۔ لوگ بلند قرآت، تسبیحات اور دوسری باتیں جو نماز میں شامل ہیں سنتے لیکن امامت کرنے والے کو نہ دیکھتے۔ اسے صرف وہ نوجوان قزوینی ہی دیکھتا، شیخ شہاب الدین فرماتے ہیں کہ ان مردان غیب میں سے ایک نے اس قزوینی کے ہاتھ میرے لیے ایک مُہرہ (منکا) بھیجا اور وہ مہرہ اب تک میرے پاس ہے''۔ (۳۳)

(۱۳) غیبی امداد:

''ایک بزرگ تھے جن کا نام محمد نیشاپوری تھا، بڑے محترم اور اچھے اعتقاد کے مالک۔ میں ان سے سنا کہتے تھے، کہ ایک دفعہ میں گجرات کا سفر کر رہا تھا۔ ان دونوں اس علاقے پر ہندوؤں کا قبضہ تھا۔ میں اس راستے پر جا رہا تھا۔ میرے ساتھ دو اور آدمی بھی جا رہے تھے۔ اور میرے پاس کوئی ہتھیار بھی نہ تھا۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک ہندو نکل آیا اور اس کے ہاتھ میں برہنہ تلوار ہے۔ میں ڈرنے لگا اتنے میں وہ ہندو برہنہ تلوار لیے ہمارے سامنے آ گیا۔ جب وہ میرے نزدیک آیا تو میں نے کہا ''شیخ حاضر باش'' (یعنی اے مرشد مدد کو پہنچیں) یہ سنتے ہندو نے فی الفور تلوار ہاتھ سے رکھ دی اور اور مجھے کہا مجھے امان دیجئے۔ (۳۴)

''آپ نے فرمایا: ایک درویش شیخ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز کی خانقاہ میں آیا، اس رات رمضان المبارک کا پہلا چاند ہوا تھا۔ اس درویش نے کہا: نماز تراویح کی امامت میں کروں گا۔ شیخ جنید نے اسے اجازت دے دی۔ وہ ہر رات نماز تراویح میں ایک قرآن ختم کرتا۔ شیخ نے فرمایا اس درویش کو حجرے میں ایک عدد نان اور ایک کوزہ پانی کا رکھا جائے۔ چنانچہ شیخ کے حکم کے مطابق ہر رات ایک ایک عدد نان اور ایک کوزہ پانی کا اس درویش کے حجرے میں رکھ دیا جاتا تھا۔ الغرض جب تیس راتوں کی تراویح ہو چکیں اور عید آئی تو عید کے دن شیخ جنید نے اسے رخصت کیا اور وہ چلا گیا۔ جب وہ چلا گیا تو اس کے حجرے کو دیکھا گیا وہاں تیس کے تیس نان اسی طرح پڑے ہوئے پائے گئے۔ وہ ہر رات صرف پانی کے کوزہ پر گزارہ کرتا تھا۔ (۳۵)

(۱۴) کرامات اولیاء:

"فرمایا ایک دفعہ حمید الدین ناگوریؒ کعبہ مبارک کا طواف کر رہے تھے۔ انہوں نے ایک بزرگ کو طواف کرتے دیکھا، آپ نے ان بزرگ کے پیچھے پیچھے چلنا شروع کر دیا۔ جہاں وہ بزرگ قدم رکھتے، قاضی حمید الدین بھی ایسی جگہ قدم رکھتے۔ وہ روشن ضمیر پیر اس صورت حال سے مطلع ہوئے اور فرمانے لگے: تم میری ظاہری اتباع کیوں کرتے ہو؟ بات تو جب ہے جو میں کرتا ہوں اس کی اتباع کرو۔ قاضی حمید الدینؒ نے پوچھا: آپ کیا کرتے ہو؟ اس بزرگ نے کہا: میں ایک دن میں سات سو بار قرآن ختم کرتا ہوں۔ قاضی حمید الدین بہت متعجب ہوئے اور دل میں سوچا کہ یہ قرآن کے معانی کو خیال کے ذریعہ دل سے ادا کرتے ہوں گے اور خیال خیال ہی میں پڑھ جاتے ہوں گے۔ وہ بزرگ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا "لفظاً" پڑھتا ہوں، خیال یا قوت وہمہ کی رو سے نہیں پڑھتا"۔(۳۶)

نیک مردوں کے قدم کی برکت کا ذکر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ ہر وہ جگہ کہ راحت بخش ہے انہی کے قدموں کی برکت سے ہے۔ جیسے جامع مسجد دہلی بعد ازاں ارشاد ہوا کہ معلوم نہیں کتنے ولیوں اور بزرگوں کے قدم اس جگہ پہنچے کہ ان کی برکت سے اس قدر راحت حاصل ہوگئی۔ اسی سلسلے میں آپ نے فرمایا: میں نے محمود کبیر سے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے صبح کے وقت ایک بزرگ کو دیکھا کہ جامع مسجد کے سنہری کنگروں کے اوپر جن کے طاقوں پر محراب ہے ایک پرندے کی طرح انتہائی تیزی سے بغیر کسی تشویش کے کئی بار ایک سرے سے دوسرے سرے تک آ جا رہے ہیں۔ میں دور سے نظارہ کرتا رہا۔ جب پو پھٹنے کا وقت آیا تو وہ بزرگ ان کنگروں سے نیچے اترے۔ میں ان کے پاس گیا اور انہیں سلام کیا کہنے لگے۔ دیکھ لیا۔ میں کہا دیکھ لیا۔ پھر کہا اس کا ذکر کسی سے نہ کرنا" (۳۷).

(۱۵) فقراء کی بے نیازی:

"قناعت کے باب میں اور اللہ کے سوا دوسروں سے کسی قسم کی طمع نہ رکھنے کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ ایک بزرگ تھے جنہیں شیخ علی کہتے تھے۔ ایک دفعہ اپنا خرقہ سی رہے تھے، انہوں نے اپنے پاؤں پھیلا رکھے تھے۔ خرقہ کا ایک پلہ اپنی ران پر ڈالے اس میں پیوند لگا رکھے تھے۔ اس دوران میں لوگوں نے ان سب سے کہا کہ خلیفہ آ رہا ہے۔ انہوں نے اپنا انداز نہ بدلا، اسی طرح رہے جیسے کہ تھے۔ اور کہا: آ تا رہے۔ خلیفہ آیا سلام کیا اور بیٹھ گیا، شیخ نے سلام کا جواب دیا خلیفہ کے حاجب (چوب دار) نے جو اس کے ساتھ آیا تھا کہا شیخ اپنے پاؤں سمیٹ لیجئے، شیخ نے اس کی بات کی طرف بالکل دھیان نہ دیا۔ یہاں تک کہ حاجب نے یہی بات دوبار دھرائی۔ الغرض

جب خلیفہ واپس جانے لگا تو شیخ نے اپنے ہاتھ میں حاجب کا ہاتھ اور دوسرے میں خلیفہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا: میں نے اپنے ہاتھ سمیٹ لیے ہیں، اس لیے میرے لیے روا ہے کہ اپنے پاؤں نہ سمیٹوں، یعنی مجھے تم سے نہ پہلے کوئی طمع تھی نہ اب کوئی طمع رکھتا ہوں اور نہ تم سے کچھ لیتا ہوں، میں نے اپنے ہاتھ سمیٹ لیے نہیں، اگر پاؤں نہ سمیٹوں تو اختیار رکھتا ہوں''۔(۳۸)

ملفوظات جلال الدین رومی میں اس کی توجیع ان الفاظ میں پیش کی گئی ہے: ''بادشاہوں کی ہم نشینی اس وجہ سے خطرہ کا موجب نہیں کہ اس میں سر جاتا رہتا ہے، کیونکہ سر تو بہرحال مٹنے والی چیز ہے، آج نہ گیا کل جائے گا۔ البتہ خطرہ اس وجہ سے ہے کہ بادشاہ اپنے اختیارات وطاقت کے احساس سے قوی نفس ہوتے ہیں بالکل ازدھا کی طرح۔ جو شخص ان کی صحبت اختیار کرے، ان سے دوستی کا دعوی کرے اور ان کا مال قبول کرے اس کے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ ہر بات ان کی مرضی کے مطابق کہے وہ ان کی بری رائے کی طرف دل کو مائل کر کے اسے قبول کرتا ہے وہ اس کے کچھ نہیں کہہ سکتا۔(۳۹)

(۱۶) اولیاء کا کشف وکرامت:

فرمانے لگے ایک دفعہ لوگوں نے ایک مسجد بنائی۔ خواجہ حسن افغانی وہاں پہنچے، انہوں نے عمارت بنانے والوں نے عمارت بنانے والوں سے کہا کہ محراب کا رخ یوں ہو، قبلہ اس طرف ہے یہ کہہ کر انہوں ایک اشارہ کیا۔ ایک دانشمند وہاں موجود تھا اس نے بحث شروع کردی اور کہا کہ نہیں سمت کعبہ دوسری طرف ہے۔ الغرض ان کے مابین بہت سی باتیں ہوئیں۔ آخر خواجہ حسن افغانی نے اس دانش مند سے کہا کہ جس سمت میں کہہ رہا ہوں تم منہ ادھر کرو اور اچھی طرح دیکھو۔ دانش مند نے منہ اس طرف کیا اور کعبہ کو اسی طرف روبرو پایا جس سمت میں خواجہ حسن کہا تھا۔(۴۰)

(۱۷) مرشد کی ضرورت اور نسبت:

آپ کی زبان مبارک سے ارشاد ہوا کہ ایک شخص جب علم حاصل کرتا ہے تو سے عزت وشرف حاصل ہو جاتا ہے، اور جب وہ طاعت وعبادت کرتا تو اس کا عمل بہتر ہو جاتا ہے اس موقع پر اسے پیر کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ ہر دو یعنی اس کے علم وعمل کو توڑ دے اور انہیں اس کی نظروں سے گرا دے (ایسا نہ ہو کہ) وہ شخص علم اور عمل کے غرور میں مبتلا ہو جائے اور اس طرح نقصان اٹھائے۔(۴۱) آپ نے فرمایا سونا چاندی جمع کرنے کی غرض یہ ہونی چاہیے

کہ اس سے دوسروں کو نفع پہنچے۔ اس سلسلے میں ارشاد ہوا کہ: ابتدا ہی سے میرا دل کسی چیز کو جمع کرنے کی طرف مائل نہ تھا اور میں کبھی دنیا کے پیچھے نہیں بھاگا۔ بعد ازاں میں شیخ الاسلام فرید الدین کی جاب سے وابستہ ہوگیا گویا ایسی جگہ سے وابستہ ہوگیا کہ ان کی نظر میں دونوں جہاں بھی بچتے تھے۔ انہوں نے دولنوں جہانوں سے یکبارگی قطع تعلق کر رکھا تھا۔ (۴۲)

ارواح ثلاثہ کی تمہید میں ظہور الحسن لکھتے ہیں:

معلوم ہوا کہ صحبت ایسی قوی التاثیر اور سریع الاثر شے ہے کہ ذرا سی دیر میں آدمی کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتی ہے کیوں نہ ہو صحبت تو وہ چیز ہے کہ روحانیت سے گزر کر مادیت تک اپنا اثر دکھاتی ہے۔ (۴۳)

(۱۸) اولیا کا ادب واحترام:

آپ نے فرمایا ایک شخص عبد القادر گیلانی قدس سرہ العزیز کی خانقاہ میں آیا۔ اس نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ خانقاہ کے دروازے پر پڑا ہے، اس کے ہاتھ پاؤں ٹوٹے ہوئے اور خراب حالت میں ہیں۔ آنے والا شخص حضرت شیخ عبد القادر گیلانی کی خدمت میں پہنچا اور اس نے دروازے پڑ پڑے ہوئے اس آدمی کا ذکر کیا اور حضرت شیخ سے دعا کی درخواست کی۔ حضرت شیخ نے فرمایا: خاموش رہو، اس نے بے ادبی کی ہے۔ آنے والے شخص نے پوچھا کہ حضرت اس نے کیا بے ادبی کی ہے؟ حضرت شیخ نے فرمایا وہ ابدال میں سے ہے کل اس قوت پرواز کے مطابق، کہ ابدال کو بخش گئی ہے وہ اپنے دو ساتھیوں کی معیت میں ہوا میں اڑ رہا تھا۔ جب تینوں اس خانقاہ کے اوپر پہنچے تو اس کا ایک ساتھی اڑتے ہوئے خانقاہ سے ایک طرف ہٹ گیا اور ادب کے طور پر خانقاہ کی دائیں جانب سے نکل گیا اس کا دوسرا ساتھی بھی اڑتا ہوا خانقاہ کی بائیں جانب نکل گیا۔ اس نے بے ادبی سے خانقاہ کے اوپر سے گزرنا چاہا، لہذا نیچے گر گیا''۔ (۴۴)

(۱۹) فیض شیخ، فیض ربانی:

''آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ کے مریدوں میں سے ایک مرید یوسف نامی تھا۔ ایک دفعہ اس نے حضرت شیخ کی خدمت میں اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا میں کئی سال سے خدمت میں ہوں ہر شخص حضرت کی بخشش سے فیض یاب ہوا ہے۔ چاہیے تھا کہ میں ان میں سب سے پہلے فیض یاب ہوتا۔ بہرحال اس نے یہ یا اس سے ملتی جلتی کوئی بات کہی۔ اس پر حضرت شیخ نے فرمایا: یہ کوتاہی میری طرف سے نہیں

ہوئی، اس کے لیے تم میں بھی تو استعداد و قابلیت موجود ہونی چاہیے۔ نیز میں کوئی خود اپنے پاس سے تھوڑا ہی دیتا ہوں، اگر خدا کسی کو نہ دے تو اس کے لیے کیا کیا جائے۔ مرید اسی طرح شکایت کر رہا تھا۔ کہ اس دوران میں حضرت شیخ کی نگاہ ایک چھوٹے بچے پر پڑی۔ آپ نے بچے سے فرمایا۔ یہاں آؤ، یعنی وہاں جہاں حضرت شیخ بیٹھے تھے۔ وہاں اینٹوں کا ایک ڈھیر تھا۔ آپ نے اس چھوٹے بچے سے کہا کہ جاؤ اور ان اینٹوں سے میرے لیے ایک اینٹ لے آؤ، بچہ گیا پھر ایک سالم اینٹ لے آیا اور ان صاحب کے آگے رکھ دی۔ پھر حضرت شیخ نے اس بچے سے کہا کہ جاؤ ایک اور اینٹ ان صاحب کے لیے لے آؤ۔ اور آپ نے اسی مرید یوسف کی طرف اشارہ کیا۔ وہ بچہ گیا اور آدھی اینٹ لے آیا اور آ کے اس کے سامنے رکھ دی۔ حضرت شیخ نے فرمایا اب میں اس کا کیا کروں میں نے جو بس میں تھا کیا۔ لیکن جب تمہارے مقدر ہی میں صرف اسی قدر ہو تو اس کی ذمہ داری مجھ پر کیسے عاید ہو سکتی ہے۔(۴۵)

(۲۰) عوام میں خواص:

آپ نے اسلام اور مسلمانوں میں صدق دیانت کے پائے جانے کا ذکر کرتے ہوئے یہ واقعہ سنایا۔ خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز کے مکان کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا جب خواجہ بایزید بسطامی انتقال کر گئے تو لوگوں نے اس یہودی سے کہا کہ تم مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے؟ یہودی نے جواب دیا کہ کس طرح کا مسلمان ہوں؟ اگر اسلام وہ ہے جو بایزید کا تھا تو اسلام میرے بس کی بات نہیں اور اگر اسلام یہی ہے جو کہ تم لوگوں کا ہے، تو اس اسلام سے مجھے شرم آتی ہے۔'' (۴۶)۔ حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ نے جواب شکوہ میں مسلمانوں کے انداز زیست کو یوں بیان کیا ہے۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود(۴۷)

(۲۱) شہرت مشائخ بعد از وفات:

''ناگور کے خطے میں ایک بزرگ حمید الدین سوالی علیہ الرحمۃ والغفران تھے ان سے پوچھا گیا کہ بعض مشائخ وفات پا جاتے ہیں اور ان کی وفات کے بعد کوئی بھی شخص ان کا نام نہیں لیتا اور بعض جب وفات پا جاتے ہیں تو ان کا نام اور ان کی شہرت دنیا کے دور دراز حصوں تک پہنچ جاتی ہے۔ اس تفاوت احوال کا سبب کیا ہے؟ اس بزرگ نے فرمایا کہ مشائخ میں سے جو شخص زندگی میں خود اپنی تشہیر کرنے میں کوشاں رہتا ہے اس کی وفات کے بعد اس کا نام

ٹ جاتا ہے اور اس کی شہرت ختم ہو جاتی ہے اور وہ شخص جو زندگی میں اپنے آپ کو پوشیدہ رکھتا ہے وفات کے بعد ں کا نام اور شہرت تمام جہاں میں پھیل جاتی ہے''۔(۴۸)

اولیاء اور مشائخ کی توقیر اور شہرت کا مقصود بیان کرتے ہوئے مولانا تقی الدین ندوی لکھتے ہیں۔خداوند تعالی کا مقصد اولیاء کے مرتبہ کو بلند کرنا اور مقابر کی تعظیم کرنا ہے۔ وہ اپنی تعظیم کے محتاج نہیں ہیں وہ اپنے نفس میں خود معظم ہیں۔ چراغ اگر چاہے کہ اسے بلندی پر رکھا جائے تو وہ دوسروں کی خاطر یہ چاہتا ہے، اپنی خاطر نہیں چاہتا ہے۔اس کے لیے اوپر کیا اور نیچے کیا وہ جہاں بھی ہے چراغ روشن ہے،وہ چاہتا ہے کہ اس کا نور دوسروں کو پہنچے۔''(۴۹)

(۲۲) فقراء کا بغیر تدریس علم ہونا:

''مدرسہ معزی میں ایک صاحب علم تھے جنہیں مولانا زین الدین کہتے تھے۔وہ ایسے صاحب علم تھے کہ جو مسئلہ ان سے پوچھا جاتا وہ اس کا شافی جواب دیتے۔ وہ بحث مباحثہ میں عالمانہ گفتگو کرتے تھے۔لوگوں نے ان کی تعلیم کے متعلق معلوم کیا تو وہ کہنے لگے کہ نہ میں نے کچھ پڑھا ہے اور نہ کسی کی شاگردی کی ہے۔ ہاں جب میں بڑا ہوا تو ایک دفعہ نماز خواجہ اویس قرنی ادا کی اور دعا کی اے اللہ! میں بڑی عمر کو پہنچ گیا ہوں اور میں نے کچھ نہیں پڑھا۔ مجھے علم عطا کر۔ اللہ تعالی نے اس نماز کی برکت سے مجھ پر علم کا درواز کھول دیا۔ چنانچہ جس مسئلے پر گفتگو ہوتی ہے۔ میں اس کی بڑی اچھی شرح کر دیتا اور اسے ٹھیک طرح بیان کر دیتا ہوں۔(۵۰)

''آپ نے خواجہ حسن افغانیؒ کے احوال شرح وبسط سے بیان کیے۔فرمایا وہ اُمی تھے، کچھ پڑھے ہوئے نہیں تھے۔لوگ ان کے پاس آتے اور ان کے سامنے کاغذ اور تختی رکھ دیتے جن پر چند سطریں لکھی ہوتیں۔بعض سطریں نظم ونثر کی اور بعض عربی وفارسی کی۔ ان میں سے ہر ایک کی چند سطریں ہوتیں اور ان سطروں کے درمیان قرآنی آیت کی بھی لکھی ہوتی۔ پھر ان سے پوچھا جاتا کہ ان سطروں کے درمیان ایک سطر قرآنی آیت کی سطریں کون سی ہیں؟ وہ قرآن کی آیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے کہ یہ ہیں۔لوگ ان سے کہتے کہ آپ نے قرآن پڑھا نہیں، آپ کیسے جان لیتے ہیں کہ یہ قرآن کی آیت ہے۔انہوں نے کہا اس سطر میں جو نور دیکھتا ہوں، وہ دوسری سطروں میں نہیں''۔(۵۱)

(۲۳) شیخ کا اپنے مرید پر ناز کرنا:

آپ نے فرمایا کہ شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ کے مریدوں میں سے ایک صاحب تھے، جنہیں حسن افغانی کہتے تھے، وہ صاحب ولایت اور پہنچے ہوئے بزرگ تھے، چنانچہ شیخ بہاء الدین زکریاؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر قیامت کے دن اللہ مجھ سے سوال کرے گا کہ تم ہماری بارگاہ میں کیا لے کر آئے ہو، تو میرا جواب ہوگا کہ میں حسن افغانی کو لایا ہوں۔(۵۴)

فوائد الفواد کے عمیق مطالعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ یہ کتاب تصوف اور اخلاقیات کی کتابوں میں نمایاں مقام کی حامل ہے اصلاحِ امت محمدیہ میں اس نے بھرپور کردار ادا کیا ہے، قاری اس کے مطالعہ سے دین ودنیا کی فلاح وکامرانی کی سعادتیں حاصل کرتا ہے بزرگان دین نے جس اخلاق، مروت اور احسان کا درس دیا ہے۔ کتاب میں اس کی بھرپور عکاسی نظر آتی ہے، عصر حاضر میں کتاب کی اہمیت اور ضرورت میں مزید اضافہ ہوا ہے کیونکہ معاشرہ میں اخلاقی بے راہ روی اور بے سکونی کا بہترین علاج اس کتاب کے مطالعہ سے ممکن ہے۔

حواشی وحوالہ جات

(۱) کلیم، محمد دین، اولیائے چشت (لاہور: مکتبہ نبویہ، ۱۹۶۸ء) ص ۷۸۔۷۹۔

(۲) الحدید، ۱۶۔

(۳) سجزی، امیر حسن علاء (مؤلف) فوائد الفواد (لاہور: محکمہ اوقاف حکومت پنجاب، ۱۴۲۲ھ) ص ۳۔

(۴) عبداللطیف، ڈاکٹر محمد، جذب کامل (لاہور: پیکجز لیمیٹڈ، ۱۹۷۵ء) ص ۱۶۔

(۵) مظاہری، مولانا تقی الدین ندوی، صحبتے با اولیاء (کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۹۸۲ء) ص ۱۰۔

(۶) (Parte۳) ص ۳۔

(۷) (Parte۴) ص ۷۔۸۔

(۸) ندوی، مولانا سید ابوالحسن علی، تزکیہ واحسان یا تصوف وسلوک (کراچی: مجلس نشریات اسلام، ۱۹۸۰ء) ۹۴، ۹۵۔

(۹) (Parte۴) ص ۴۸، ۴۹۔

(۱۰) (Parte۸) ص ۹۶، ۹۷۔

(۱۱) (Parte۶) ص ۴۔

(۱۲) ایضاً: ص ۳۷۔

(۱۳) ایضاً: ص ۲۔

(۱۴) عبدالرحمٰن، سید صباح الدین (مؤلف) خواجہ نظام الدین اولیاء اور ان کے ملفوظات'' کاروان ادب اسلامی (لاہور: رابطہ ادب اسلامی، پاکستان، اپریل تا جون ۱۹۹۴ء) ص ۷۶۔

(۱۵) (Parte۵) ص ۱۹۔

(۱۶) (Parte۶) ص ۹۰۔

(۱۷) ایضاً، ص ۱۴۶

(۱۸) ایضاً، ص ۹۵

(۱۹) ایضاً، ص ۱۵۱

(۲۰) ایضاً، ص ۲۹۸۔۲۹۹۔

(۲۱) ایضاً، ص ۱۹۰

(۲۲) ایضاً، ص ۲۱۶

(۲۳) ایضاً، ص ۱۴۰۔۱۴۱۔

(۲۴) ایضاً، ص ۳۲۳۔

(۲۵) ایضاً،ص۱۸۲۔

(۲۶) ایضاً،ص ۶۵،۶۶۔

(۲۷) حسرت، پروفیسر محمد یونس، چھپے دی بوٹی (لاہور: بک ہوم،۲۰۰۶ء)ص۲۱۲۔

(۲۸) (Parte۶)ص۶۲۶۔

(۲۹) ایضاً،ص۳۲۰۔

(۳۰) ایضاً،ص ۱۷۷،۱۷۸۔

(۳۱) ایضاً،ص ۲۵۷

(۳۲) حدیث

(۳۳) (Parte۶)ص۶۰۔

(۳۴) (Parte۶)ص۱۴۸۔

(۳۵) ایضاً،ص ۲۱۹۔

(۳۶) ایضاً،ص۴۵،۴۶۔

(۳۷) ایضاً،ص۵۴

(۳۸) ایضاً،ص ۴۷۔

(۳۹) بہاء الدین، سلطان (مرتب) فیہ مافیہ (ملفوظات مولانا جلال الدین رومی)(لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۸۷ء)ص ۳۱،۳۲۔

(۴۰) (Parte۶)ص۵۱۔

(۴۱) ایضاً،ص۱۰۳۔

(۴۲) ایضاً،ص۱۱۰۔

(۴۳) تھانوی، مولانا اشرف علی، ارواح ثلاثہ (لاہور: اسلامی اکادمی ناشر کتب، ۱۹۷۶ء)ص ۸۔

(۴۴) (Parte۶)ص۴۰۔

(۴۵) ایضاً،ص۸۲،۸۳۔

(۴۶) ایضاً،ص ۲۸۷۔

(۴۷) اقبال، علامہ ڈاکٹر محمد، کلیات اقبال اردو (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان ۱۹ء)ص ۲۳۱۔

(۴۸) (Parte۶)ص۳۹،۴۰۔

(۴۹) (Parte۵)ص۱۶۵۔

(۵۰) (Parte۶)ص۷۱۔

(۵۱) ایضاً،ص ۵۱۔

(۵۲) ایضاً،ص۵۰۔